Al-Mīthāq ***Research Journal of Islamic Theology***
ISSN: 2791-0989 P, 2791-0997 E
Volume 03, **Issue** 01, January-June 2024, **PP**: 178-188
Open Access at:https://almithaqjournal.org/

Article QR

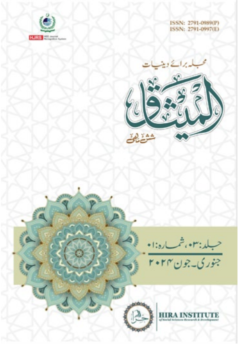

قرآن اور عہدِ جدید کے مطاعنِ جغرافیہ: تنقیدی و جغرافیائی مطالعہ

Geographical Criticism of the Qur'ān and the New Covenant: A Critical and Geographical Analysis

1. Hafiz Mudassar Usman
hafizmudassaru@gmail.com

M.Phil Scholar,
Department of Islamic Studies,
Bahauddin Zakariya University, Multan.

How to Cite:	Hafiz Mudassar Usman. 2024: "Geographical Criticism of the *Qur'ān* and the New Covenant: A Critical and Geographical Analysis". *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (01): 178-188.
Article History:	**Received**: 12-03-2024 · **Accepted**: 30-04-2024 · **Published**: 30-06-2024

Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	CC BY — This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Conflict of Interest:	Authors declared no conflict of interest

Abstract & Indexing

DRJI · ADVANCED SCIENCES INDEX · ADVANCED SCIENCE INDEX · CiteFactor Academic Scientific Journals · ASIAN Research Index · SCI · Google Scholar · اشاریہ اردو جرائد · تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ · ADL ASIAN DIGITAL LIBRARY · EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

قرآن اور عہدِ جدید کے مطاعن جغرافیہ: تنقیدی و جغرافیائی مطالعہ

Geographical Criticism of the Qur'ān and the New Covenant: A Critical and Geographical Analysis

1. **Hafiz Mudassar Usman**
M.Phil Scholar,
Department of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan.
hafizmudassaru@gmail.com

Abstract:

This study meticulously examines contemporary objections to the geography of the *Qur'ān*, notably those presented by ʻAbdullāh al-Fādi. Utilizing principles of debate, the article systematically rebuts claims related to the sunset, Earth's rotation, mountain stability, and astronomical concepts. Emphasizing the historical context, parallels are drawn with the challenges faced by Prophet Muḥammad (ﷺ) in Mecca, countering accusations of magic and human invention. The comparative analysis reveals a lack of substantive evidence in modern covenant objections, concluding with an encouragement for Muslims to engage in critical examination, thereby reinforcing trust in the *Qur'ān*'s divine nature. The study advocates for a nuanced approach that accommodates both theological and scientific perspectives, urging contemplation of the limits of human understanding and fostering an appreciation for the sublime nature of the Creator.

Keywords: *Qur'ān, Geographical Criticisms, Abdullah al-Fadi, Comparative Analysis, Theological and Scientific Perspectives.*

تعارف

قرآن کے ساتھ مخالفین کا تنازع ایک قدیم تنازع ہے جو کہ ہمارے نبی محمد ﷺ پر قرآن کے نزول کے ساتھ ہی سے شروع ہے۔ قرآن اپنے شاندار اسلوب، بلند بیان، عالی شان امثلہ کے ساتھ ان تمام ضدی اور متکبروں کے لیے ایک حقیقی چیلنج تھا۔ مشرکین مکہ میں سے جھگڑا کرنے والوں نے بہتان تراشی کے مختلف طریقے استعمال کیے جن میں ان کا یہ دعویٰ تھا کہ قرآن ایک مؤثر جادو ہے، یہ انسانوں کا کلام ہے، یہ پہلوں کے افسانے اور اشعار ہیں۔ انہوں نے نبی ﷺ پر یہی الزامات لگائے کہ بے شک آپ جادوگر ہیں، آپ مجنون ہیں، آپ شاعر ہیں اور تحقیق قرآن نے ان الزامات کو منطقی و عقلی دلائل اور مادی شواہد کے ساتھ ایک ایک کرکے نقل کیا اور اس کی تردید کی اور ساتھ ساتھ چیلنج کیا کہ اس جیسا یا اس کی کسی سورۃ جیسا لا کر دکھاؤ۔ پس وہ اس قابل نہ تھے اور عاجز آگئے لیکن انہوں نے دوسرے ذرائع پر انحصار کیا جیسا کہ بے کار گفتگو کرنا اور لوگوں کو اس کے سننے سے ہٹانا۔ ان طرق میں سے ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ قرآن میں شبہات کے ممکنہ مقامات کا پتہ لگا کر لوگوں کو دھوکہ دینا۔ قرآن کے مخاصمین اور معاندین کے ہر دور میں یہی طریقے رہے ہیں۔ ان معاندین و مخاصمین کے طرق ایک دوسرے سے مختلف تھے نہ ہیں، اگرچہ انکے نام، القابات، رنگ اور اشکال مختلف ہیں۔ قرآن بھی اسی بات پر شاہد ہے :

بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ۔ [1]

بلکہ یہ لوگ بھی پہلوں کی طرح باتیں کرتے ہیں۔

عصرِ حاضر میں قرآن کے معاندین و مخاصمین مستشرقین کے نام سے مشہور و معروف ہیں اور مستشرقین کے ایک بڑے گروہ نے قرآنی علوم کا مقابلہ کیا ہے۔ ان کی خصوصیت طویل صبر اور مصادر کی محتاط تحقیق ہے۔ انہوں نے کچھ علاقوں میں فائدہ اٹھایا اور بہت سے علاقوں میں قرآن اور اسلام کے ساتھ ظلم کیا۔ مشرکین مکہ نے قرآن پر بہت سے جھوٹے الزامات لگائے تھے لیکن مستشرقین ان سے آگے بڑھ چکے ہیں اور وہ قرآن میں خطاء جغرافیہ، خطاء تاریخیہ، خطاء اخلاقیہ، خطاء لاہوتیہ، خطا لغویۃ، خطا شریعۃ، خطا اجتماعیۃ، خطاء علمیۃ، خطاء فنیہ اور رسول اللہ ﷺ کی حیات کے ساتھ مخصوص خطا کی بدعات لے کر آئے ہیں اور ان کا الأخطاء فی القرآن کے بارے میں وسیع مطالعہ ہے۔ قرآن پر اس شدید حملے اور مصادر اسلامی پر مستشرقین کی محتاط تحقیق کے پیش نظر ہمارا موجودہ مطالعہ ان لوگوں کے الزامات کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کی ایک معمولی سی کوشش ہے اور ان الزامات کی بنیاد عام گرائمر کے اصولوں کے ساتھ تھوڑی سی سمجھ داری اور علوم قرآن کے ساتھ تھوڑی سی واقفیت پر ہے۔ مسلمان اگرچہ قرآن کے امتیازی مقام کو جانتے ہیں لیکن ان جھوٹے الزامات کے جوابات پڑھ کر کتاب اللہ پر ان کا اعتماد بڑھے گا اور مسلمان جھوٹے لوگوں کی من گھڑت باتوں سے مایوس نہ ہوں گے۔

قرآن کریم اور عہد جدید کے مطاعن جغرافیہ

قرآن مجید واحد الہامی کتاب ہے جو کہ بغیر کسی تحریف کے آج تک محفوظ ہے۔ قرآن کریم میں کفار کو چیلنج دیا گیا ہے کہ وہ قرآن میں کوئی غلطی، اختلاف، تناقض، تعارض اور ضعف نہیں پاسکتے۔ قرآن "تدبر اور تحقیق" کی دعوت دیتا ہے اور یہ دعوت اس لیے دی ہے کہ قرآن کے اندر ان چیزوں کے پائے جانے کا کوئی امکان نہیں۔ پس اگر قرآن میں کسی خطاء کا امکان ہوتا تو قرآن ان کے سامنے قیامت تک کے لیے چیلنج نہ رکھتا۔

عہد حاضر اور عہد قدیم کے مخالفین قرآن میں نظر کرتے ہیں اور ان کے بقول "قرآن کی غلطیوں" سے صدیوں سے بحث کرتے آرہے ہیں مگر ان کے نظریات ایک ہی حالت و طریقہ پر برقرار ہیں۔ یہ مخالفین جب اپنی تحقیقات پیش کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے ان غلطیوں کو قرآن میں پایا ہے تو علماء کرام اور مسلم مفکرین ان میں غور و فکر کرتے ہیں تو ان کے سب دعوے حقائق پر مبنی نہیں ہوتے جیسا کہ عہد جدید کے ایک مغربی مفکر عبد اللہ الفادی نے اپنی کتاب "هل القرآن معصوم؟" میں "مطاعن جغرافیہ / اسئلہ جغرافیہ" کو جمع کیا ہے اور گمان کیا ہے کہ بے شک یہ قرآن کے لیے ایک فیصلہ کن ضرب ہے اور حاملین قرآن کا لشکر اسکا جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ علم جغرافیہ کے اعتبار سے اعتراضات کو جاننے سے پہلے "فن مناظرہ" کی چند اصلاحات کو بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ بعد کی مباحث اچھی طرح ذہن نشین ہو سکیں:

- **مناظرہ:** دو مد مقابل کا دو چیزوں (محکوم علیہ اور محکوم بہ) کے درمیان نسبت کے بارے میں درست بات کو ظاہر کرنے کے لیے بحث کرنا مناظرہ کہلاتا ہے۔[2]
- **مجادلہ:** ایسی بحث کو کہتے ہیں جس سے مقصود اظہار صواب نہ ہو بلکہ مد مقابل کو لاجواب کرنا مقصود ہو۔[3]
- **مکابرہ:** ایسی بحث کا نام جس سے نہ اظہار صواب مقصود ہو اور نہ ہی مد مقابل کو لاجواب کرنا مقصود ہو بلکہ محض تکبر اور سینہ زوری کے طور پر حقائق سے انکار کرنے کے لیے ہو۔[4]

عہد جدید کے مغربی مفکر عبد اللہ الفادی نے جغرافیائی اعتبار سے قرآن کی مختلف سورتوں سے 12 اعتراضات پیش کیے ہیں اور ان

اعتراضات کا بنیادی مقصد اس دعویٰ کو ثابت کرنا ہے کہ قرآن کلام اللہ نہیں بلکہ کلام البشر ہے کیونکہ اس کے اندر غلطیاں ہیں اگر کلام اللہ ہوتا تو اس کے اندر غلطیاں نہ ہوتیں۔ ان غلطیوں (اخطاء) کی تحقیق دلائل پر نہیں بلکہ جھوٹے پروپیگنڈے کے تمام ذرائع پر ہے۔

پہلا طعن اور اس کی تحقیق

موصوف کی طرف سے کیا جانے والا پہلا طعن یہ ہے کہ سورج کیچڑ کے کنویں میں کیسے غروب ہوتا ہے حالانکہ سورج تو زمین سے ایک کروڑ تین لاکھ گنا بڑا ہے؟ یہ اعتراض جغرافیائی اعتبار سے درج ذیل آیت پر ہے:

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَها قَوْمًا۔[5]

یہاں تک کہ وہ سورج کے غروب کی جگہ پہنچا تو اسے سیاہ کیچڑ کے چشمہ میں غروب ہوتے پایا جس کے پاس کچھ لوگ بھی تھے۔

صرف ونحو کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ "وَجَدَہَا تَغْرُبُ" میں وجد فعل ماضی ہے اور ھو ضمیر مستتر اس کا فاعل ہے اور اگلا جملہ حال واقع ہو رہا ہے یعنی ذوالقرنین علیہ السلام نے اس طرح کا منظر پایا تھا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ "کانت تَغْرُبُ" یعنی سورج غروب ہوتا تھا۔ دشمن قرآن نے اپنے دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے لیے تفسیر بیضاوی سے امام بیضاوی کے ایک تفسیری قول کو بطور دلیل پیش کیا ہے جس کے بارے میں ہر غیر جانب دار محقق یہی کہے گا یہ متن قرآن نہیں بلکہ یہ امام بیضاوی کا فہم ہے جس کو بنیاد بنا کر ہم قرآن میں جغرافیائی خطا ثابت نہیں کر سکتے۔[6] دوسری بات یہ کہ اہل ایمان کا عقیدہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ایسا کرنا چاہے تو اس کو قدرت حاصل ہے اور وہ ایسا کر بھی سکتا ہے۔ اہل ایمان اس مخالفِ قرآن سے سوال کرتے ہیں کہ آپ لوگوں نے کس دلیل کی بنیاد پر سورج کے لیے ایک معین مقدار بیان کر دی ہے کہ سورج تو زمین سے ایک کروڑ تین لاکھ گنا بڑا ہے؟ کیونکہ سورج تک تو ابھی کسی کو رسائی حاصل ہی نہیں ہوئی۔

دوسرا طعن اور اس کی تحقیق

زمین چوبیس گھنٹے میں ایک بار گھومتی ہے اور اس حرکت کی وجہ سے دن اور رات پیدا ہوتے ہیں۔ زمین سال میں ایک مرتبہ سورج کے گرد گھومتی ہے اور اس کی وجہ سے چار موسم پیدا ہوتے ہیں۔ پس کیسے لمبی چوڑی زمین ساکن ہے اور حرکت نہیں کرتی؟ کیسے پہاڑوں نے اس کو حرکت کرنے سے روکا ہوا ہے؟ یہ اعتراض قرآن پاک کی پانچ مختلف سورتوں سے لیا گیا ہے۔ مثلاً:

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ۔[7]

اور ہم نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو گاڑ دیا اور ہم نے ہر چیز اندازے سے اگائی۔

یہاں اگر الزامی طور پر بات کی جائے تو زمین کی حرکت کا نظریہ کلیسا کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ عیسائی مذہبی نمائندوں کے ہاں ہمیشہ سے زمین کی مرکزیت پر زور دیا گیا ہے۔ اس کی دلیل وہ اپنی مذہبی کتاب سے لیتے ہیں۔ بائبل کی کتاب زبور میں بیان کیا گیا ہے:

اے سب اہل زمین اس کے حضور کانپتے رہو، قوموں میں اعلان کرو کہ خداوند سلطنت کرتا ہے جہان قائم ہے اور اسے جنبش نہیں ہے۔[8]

دوسرے مقام پر مذکور ہے:

تو نے زمین کو اس کی بنیاد پر قائم کیا تاکہ وہ کبھی جنبش نہ کھائے۔[9]

زمین کی حرکت کا نظریہ کلیسا کی تعلیمات کے خلاف ہونے کے باعث "گلیلیو" کو پھانسی کی سزا سنائی گئی جس پر اس نے اس نظریہ سے توبہ کرلی تو اس سزا کو دائمی نظر بندی میں بدل دیا گیا۔ اس بحث سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ قرآن ہر دور کے شکوک و شبہات سے مطمئن کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کوئی انسانی کلام نہیں بلکہ اس خدائے وحدہ لاشریک کا کلام ہے۔

تیسرا طعن اور اس کی تحقیق

تیسرا طعن یہ کیا گیا ہے کہ ہر سیارہ بہت بڑی دنیا ہے اور ان گنت سیارے خلا میں موجود ہیں۔ لامحدود خلا میں وسیع طول و عرض میں تیرتے ہوئے ہم نے سیاروں کو پتھروں کی طرح کیسے سمجھ لیا؟ اور یہ کیسے سمجھ لیا کہ شیطان پر حملہ کرنے کے لیے انسانی حجم کے فرشتے نے ان کو پکڑا ہوا ہے جو آسمانی مخلوق کی آوازیں سننے سے روکتا ہے؟[10] کیا تمام آسمانی اجسام کو گولہ بارود یا جنگی سازو سامان کے لیے پیدا کیا گیا ہے؟ جیسا کہ پتھر شیطان کو مارنے کے لیے بنائے گئے ہیں حتیٰ کہ اس کا نام شیطان ملعون ہو گیا۔ فرشتے سیاروں کے ساتھ کیسے مارتے ہیں؟ اگر وہ اپنے مدار کے علاوہ کسی اور مدار میں چلے جائیں تو کائنات کا توازن کیسے برقرار رہتا ہے؟

اس طعن کے رد کے لیے یہ یاد رکھنا نہایت ضروری ہے کہ مؤمنین اور مستشرقین ایک دوسرے سے ایک بہت اہم معاملے میں مختلف ہیں۔ وہ یہ کہ مؤمنین غیب اور حاضر پر یقین رکھتے ہیں جبکہ مستشرقین فقط حاضر پر یقین رکھتے ہیں اور مؤمن کا غیب پر یقین رکھنا حقیقت ہے کیونکہ مؤمن اگر غیب پر ایمان نہیں رکھتا تو وہ کافر ہے۔ اسی طرح شہاب کا معنی ہے "آگ کا شعلہ، ٹوٹنے والا ستارہ"۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر کیے ہیں اور ان فرشتوں کے ہتھیار شہاب ثاقب ہیں یعنی آگ کا شعلہ یا ٹوٹا ہوا ستارہ۔ آسمان سے شیطان کے گرنے کا ذکر بائبل میں بھی موجود ہے:

> اس نے ان سے کہا میں شیطان کو بجلی کی طرح آسمان سے گرا ہوا دیکھ رہا تھا۔[11]

ثابت ہوا کہ دونوں مقدس کتابیں (قرآن حکیم و کتاب مقدس) اس مسئلہ میں متفق ہیں۔ جہاں تک طعن کا دوسرے پہلو کا تعلق ہے تو فرشتوں کے انسانی جسم کے برابر ہونے پر دلیل پیش نہیں کی گئی اور اگر مان بھی لیا جائے کہ فرشتوں کی جسامت انسانوں جتنی ہے تو انسانوں سے کئی گنا چھوٹی چیونٹی اپنے سے کئی گنا وزنی اور بڑا دانہ اٹھا سکتی ہے تو فرشتے اپنے سے کئی گنا بڑا وزنی ستارہ کیوں نہیں اٹھا سکتے؟ دوسری بات یہ کہ اگر خدائی طاقت سے ایک صاحب علم بندہ اپنے سے کئی گنا بڑے اور وزنی ملکہ بلقیس کے تخت کو پلک جھپکنے سے پہلے لا سکتا ہے تو فرشتے اپنے سے بڑے ستارہ کو کیوں نہیں اٹھا سکتے؟ اس کے علاوہ قرآنی حقائق یہ بتاتے ہیں کہ فرشتے بڑی جسامت والے ہیں:

> اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓىِٕكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭيَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔[12]
>
> تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداء سے پیدا کرنے والا ہے اور فرشتوں کو رسول بنانے والا ہے، جو کہ دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے ہیں وہ اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے اضافہ فرما دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

یہ آیت کریمۃ الفادی کی مضحکہ خیز سوچ کی حماقت پر نشاندہی کرتی ہے کہ "فرشتے انسانی جسامت کے برابر ہیں؟ اور کیسے لاکھوں گرام وزنی ستارہ اٹھا لیتے ہیں جبکہ کلام اللہ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ فرشتوں کی جسامت کے لیے کوئی معین حد بندی نہیں بلکہ جتنا چاہتا ہے ان کی تخلیق میں اضافہ فرما دیتا ہے۔

موجودہ سائنس اجرام فلکی کے بارے میں جو بھی توجیہات بیان کرے اس سے اجرام فلکی کے بارے میں قرآنی حقائق کی تردید نہیں ہوتی اس لیے کہ سائنس کی رسائی کسی چیز کے صرف ظاہری اسباب و علل تک ہی ہے۔ قدرت الٰہی شہابوں سے کیا کیا کام لیتی ہے ؟ یہ بتانا سائنس کے بس سے باہر ہے۔ اس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی بتا سکتا ہے اور اس کی باتوں کو جاننے کا واحد ذریعہ وحی الٰہی اور قرآن ہے۔ آیات کا مقصود اصلی زمین و آسمانوں کی نشانیوں کی طرف توجہ دلانا ہے تاکہ سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھنے والے لوگ ان نشانیوں سے رہنمائی حاصل کر سکیں اور یہ نشانیاں ایسے لوگوں کے لیے معجزہ ہیں۔ الفادی کا یہ اعتراض صرف قرآن مجید پر نہیں بلکہ کتاب مقدس پر بھی ہے کیونکہ کتاب مقدس کے اندر ستاروں کے ٹوٹنے کا ذکر موجود ہے کہ "اے صبح کے روشن ستارے تو آسمان سے گر پڑا! اے قوموں کو پشت کرنے والے تو کیوں کر زمین پر ٹپکا گیا۔"[13] گویا کہ الفادی کا ستاروں کے ٹوٹنے پر اعتراض قرآن کے ساتھ ساتھ بائبل پر بھی وارد ہوتا ہے کیونکہ اس میں بھی ستاروں کے گرنے کا ذکر موجود ہے۔

جہاں تک الفادی کا یہ کہنا ہے کہ شیطانوں کو شہاب ثاقب کے ساتھ رجم کرنا علم جغرافیہ اور علم فلکیات کے مخالف ہے تو یہ اس کا کھوکھلا دعویٰ ہے۔ کیا جغرافیہ شیاطین کو تسلیم کرتا ہے ؟ کیا اجرام فلکی سے علم جغرافیہ والے بحث کرتے ہیں ؟ پس کیسے اجرام فلکی کے علم کو علم جغرافیہ میں شامل کیا جا سکتا ہے جو اس کی حدود سے ماوراء ہے اس کے بارے میں کیسے تحکم کیا جا سکتا ہے ؟

چوتھا طعن اور اس کی تحقیق

ایک اور طعن یہ کیا جاتا ہے کہ ہمارے اوپر آسمان ایک ہموار چھت ہے۔ ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ لامحدود فضاء ہموار چھت کیسے ہو سکتی ہے ؟ اگر الزامی طور پر اس طعن کا جواب دیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ اگر آپ نزدیک آسمان ایک لامحدود فضاء ہے تو آپ کے دعویٰ پر دلیل کیا ہے ؟ اگر آپ سچے ہیں تو دلیل پیش کریں ؟ الفادی کا اپنے دعویٰ پر دلیل پیش نہ کرنا، اقرآن مخالف اس کے تعصب اور نفرت پر دلالت کرتا ہے۔

تحقیقی طور پر اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور قرآنی تصریح سات آیات میں مذکور ہے کہ عددی مطابقت مقصود ہے۔ پس آپ لوگ اللہ کی قدرت سے کیسے انکار کر سکتے ہیں ؟ اللہ تعالیٰ کے لیے سات آسمان بنانا کیسے ناممکن ہے ؟ دوسری بات یہ ہے کہ معمولی انسانی علم سب سے نچلے آسمان کے بارے میں تھوڑا سا جانتا ہے اور باقی چھ آسمانوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ کیونکہ انسان ان پر تحقیق کرنے کا اہل ہی نہیں۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔[14]

اور تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

مذکورہ آیت کی رو سے انسان اپنے محدود علم کی بدولت محدود اشیاء کے علم تک رسائی رکھتا ہے۔ جو آسمان حسی طور پر وہ دیکھ سکتا ہے اس کے بارے میں تھوڑا بہت جاننا بیان کرنا درست ہے تاہم جہاں تک اس کے حواس کی رسائی نہیں ان کے بارے میں وحی کی معلومات پر اعتماد کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ نہیں۔ حواس کی محدودیت اور وحی کے آگے بے بس ہونا ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی بھی ذی شعور فرد انکار نہیں کر سکتا۔

اسی طعن کا ایک قابل اعتراض پہلو یہ بھی الفادی کی طرف سے بیان کیا جاتا ہے کہ جس زمین پر ہم موجود ہیں اس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور چھ زمین اس کی مثل اور ہیں پس اس کی مثل چھ زمینیں اور کیسے پائی جاتی ہیں ؟[15] عبد اللہ عبد الفادی دراصل یہ اعتراض سورۃ الطلاق کی آیت نمبر 12 میں مذکور ان الفاظ کی بنا پر کرتا ہے کہ:

وَّمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ۔[16]

اوراسی کی طرح زمینیں بھی بنائیں۔(یعنی سات)۔

اس آیت کی تفسیر میں اہلِ علم کا اختلاف اور متعدد آراء ہیں۔ظاہر ہے کہ آراء کا یہ اختلاف ان کے اجتہاد پر مبنی ہے جس میں تصویب اور خطاء کا امکان بہر حال موجود ہے۔آیت کی تفسیر میں امام قرطبی رقمطراز ہیں کہ:

ولاخلاف فی السموات أنہا سبع بعضہا فوق بعض۔ دل علی ذلک حدیث الإسراء وغیرہ، ثم قال ومن الأرض مثلہن یعنی سبعا واختلف فیہن علی قولین : احدہما: وہو قول المجہور، انہا سبع أرضین طباقاً بعضہا فوق بعض وقال الضحاک:ومن الارض مثلہن ای سبعا من الارضین ولکنہا مطبقة بعضہا علیٰ بعض من غیر فتوق بخلاف السموات ولاول اصح۔[17]

آسمانوں کے ایک دوسرے کے اوپر سات ہونے پر سب کا اتفاق ہے جس پر حدیثِ اسراء وغیرہ دلالت کرتی ہیں۔پھر کہا کہ زمینیں بھی سات بنائیں۔اس میں دو قول ہیں۔جمہور کا کہنا ہے کہ ایک کے نیچے ایک سات زمینیں ہیں۔جبکہ ضحاک کہتے ہیں کہ سات زمینیں ضرور ہیں لیکن وہ سات تہوں کی شکل میں ہیں آسمانوں کی طرح ان میں خلا نہیں۔پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

اگر ہم مذکورہ قول کی مزید وضاحت میں جائیں تو کسی چیز کا دوسری کے مثل ہونا دو وجہ سے ممکن ہے:

- **مثلیت من کل الوجوہ:** یعنی جس طرح ہماری زمین مستقل بذاتہ اور صالح للحیاۃ ہے اسی طرح تمام زمینیں مستقل بذاتہ اور صالح للحیاۃ ہیں۔گویا مثلیث سے مقصود مثلیث فی العدد وفی الخلق ہے۔
- **مثلیت فی بعض الوجوہ:** یعنی مثلیت سے مقصود مثلیت فی العدد وفی الخلق ہے اور ہماری زمین کی طرح سب کا صالح للحیاۃ ہونا مقصود نہیں ہے۔

قرآن میں کہیں نہیں لکھا کہ زمین کے سات طبقے آپس میں ملے ہوئے ہیں، ان میں فاصلہ نہیں ہے اور نہ یہ لکھا ہے کہ زمین کے ساتوں طبقے جدا جدا ہیں اور ہر زمین کے درمیان مسافت ہے۔کائنات کی بے شمار چیزیں ایسی ہیں جن تک ابھی انسانی علم کی رسائی نہیں۔ایسے امور عند المسلمین امورِ غیبیۃ میں سے ہیں جن کی معرفت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔لہٰذا اس کو جغرافیائی غلطی قرار دینا جہالت ہے۔

الفادی کی جانب سے زمین کی تخلیق سے متعلق طعن کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ قرآن میں کہا گیا ہے کہ:

وَ يُمۡسِكُ السَّمَآءَ اَنۡ تَقَعَ عَلَى الۡاَرۡضِ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ۔[18]

اور وہ آسمان کو روکے ہوئے ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے حکم سے۔

اس آیت کو لے کر الفادی اعتراض کرتا ہے کہ ہم حیران ہیں کہ کیسے ہمارے اوپر لا محدود فضاء چھت ہے اور کیسے وہ ہموار چھت گرنے کے قابل ہے؟[19] حقیقت یہ ہے کہ آیت کا مقصد باری تعالیٰ کی قدرت اور حکم کو بیان کرنا ہے نہ کہ آسمان کے گرنے کے امکان کو۔یعنی عالم کائنات میں ہر شے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور اللہ تعالیٰ ہی عالم کائنات اور اس کے اندر جو کچھ ہے، اس کا انتظام کرتا ہے۔اس آیت سے یہ بتانا مقصود نہیں ہے کہ آسمان زمین پر گرنے والا ہے اور وہ گرنے کے قابل ہے بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ کائناتی نظام متوازن اور اللہ تعالیٰ مضبوط آسمان کو تھامے ہوئے ہے اور نظام کائنات منظم طریقے سے قائم ہے۔اگر اللہ کائنات کے منظم انتظام کو چھوڑ دے تو مخلوق میں سے کوئی بھی اس کو قائم نہیں رکھ سکتا اور جب اللہ تعالیٰ اس کائنات کو ختم کرنا چاہے گا تو اس کے

اذن سے یہ ساری کائنات ختم ہو جائے گی۔

پانچواں طعن اور اس کی تحقیق

جمیع علماء کرام کے نزدیک تاریخ شمسی سال کے اعتبار سے ہوتی ہے اور شمسی سال قمری سال سے ایک مہینہ کی تاخیر کے حساب سے مختلف ہوتا ہے تو اس میں کونسا کفر ہے؟ فطری فلکیاتی حساب کو کیسے کفر سے تعبیر کیا گیا ہے؟

اس طعن کا تعلق دراصل حرمت والے مہینوں کی تقدیم و تاخیر سے متعلق سورۃ التوبہ کی آیت سے ہے جسے "النسیئ" کہا گیا ہے۔ حرمت والے مہینوں کو مؤخر کرنا زمانہ جاہلیت میں عربوں کی ان رسومات میں سے ہے جو اہل مکہ کے قبیلہ کنانہ عدنانیہ سے تعلق رکھنے والے بنو فقیم نے ادا کی تھی۔ وہ عربوں کے لیے مہینوں کو جان بوجھ کر آگے پیچھے کر دیتے بایں طور کہ حرمت والے کسی ایک مہینے کو حلت والا مہینہ اور اس کی جگہ حلت والے مہینوں میں سے کسی کو حرمت والا قرار دے دیتے۔ آیت میں " يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ يُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا"[20] کے الفاظ سے یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ مہینوں کی تقدیم و تاخیر کو کفر کہنا حلت و حرمت کے اختیار میں مداخلت کی بنا پر ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اختیار صرف اللہ کو ہے کہ وہ کسی چیز کو حلال یا حرام قرار دے۔ محض تقدیم و تاخیر کو کفر نہیں کہا گیا۔ لہذا اس آیت پر اعتراض کوئی معنی نہیں رکھتا۔

اس کے علاوہ الفادی کا یہ دعویٰ کہ اسلامی احکام و معاملات میں شمسی تقویم معتبر ہے سراسر غلط ہے۔ شریعتِ مطہرہ نے عبادات اور معاملات کے باب میں قمری تقویم کا اعتبار کیا ہے۔ مثلاً:

- هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ۔[21]

وہی ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور اس کی منزلیں طے کیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان سکو۔

- يَسْـَٔـلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۔[22]

آپ سے چاند کے متعلق سوال کرتے ہیں کہہ دیجیے کہ وہ لوگوں کے معاملات خصوصاً حج کے لیے اوقات کی نشانی ہے۔

درج بالا آیات کے اندر "قمری تقویم" کا ذکر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اسلامی احکام کے لیے قمری تقویم ہی کو معیار بنایا گیا ہے۔ بہر حال سے متعلق طعن کا جواب یہی ہے کہ اسے کفر سے تعبیر کرنا شعائرِ اسلام کی توہین و تحقیر کی بنا پر ہے نہ کہ ان کے محض اس عمل کی بنا پر اسے کفر کہا گیا۔ لہذا قرآن کریم میں کوئی خطاء جغرافیائی نہیں ہے بلکہ مستشرقین کی سقیم تحقیق ہے جو ان کی حماقت پر دلالت کرتی ہے۔

چھٹا طعن اور اس کی تحقیق

الفادی کا یہ اعتراض اس آیت مبارکہ پر ہے کہ:

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ۔[23]

پھر اس کے بعد ایک ایسا سال آئے گا جس میں بہت بارشیں ہوں گی اور لوگ پھلوں سے رس حاصل کریں گے۔

اس آیت پر اعتراض کچھ اس انداز میں کرتے ہوئے لکھتا ہے "اس آیت کے اندر خشک سالی کے بعد زرخیزی کی بشارت دی گئی ہے گویا کہ کہا گیا ہے کہ زرخیزی کے سال بارش ہوتی ہے اس لیے مصر کی زرخیزی بارش کی وجہ سے ہوئی، حالانکہ یہ حقیقت کے برعکس ہے کیونکہ مصر میں جب بھی بارش پڑتی ہے تو اس کا دریا نیل کے سیلاب سے پیدا ہونے والی زرخیزی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے

لہذا مصر کی زرخیزی کو بارش سے کیسے منسوب کیا جاسکتا ہے؟ [24]

اس آیت کے الفاظ صریح الدلالہ ہیں یعنی قحط سالی کے سات سالوں کے بعد جو سال ہو گا اس میں لوگوں پر کثرت سے بارش ہو گی اور اس بارش کی وجہ سے ان کی زمین زرخیز ہو گی جس کی وجہ سے فصلیں بھی کثیر ہوں گی۔ آیت میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا گیا کہ مصر کی زرخیزی اور آبپاشی کا نظام ہمیشہ کیلئے بارش کے پانی پر منحصر ہو گا۔ لہٰذا قرآن نے مصر کے آبپاشی نظام کو جب بارش کی طرف منسوب کیا ہی نہیں، تو پھر یہ قرآن کی جغرافیائی خطا اور قرآن کی یہ خبر خلاف الواقع کیسے ہو گئی؟

مزید بر آں لغت کی معتبر کتب کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ "غوث" کے کئی معانی ہیں لہذا فقط اس کو بارش والے معنی کے ساتھ خاص کرنا ناانصافی ہو گا۔ غوث کا ایک معنی "مدد کرنا" بھی ہے اور مدد کرنا عام ہے خواہ وہ بارش کے پانی کے ساتھ ہو یا دریاؤں کے پانی کے ساتھ۔ اب اس آیت کا معنی ہو گا کہ "ان سات سالوں کے بعد ان کی مدد کی جائے گی اور وہ پھلوں کو نچوڑیں گے۔" یعنی عام ہے کہ وہ مدد خواہ بارش کے پانی کے ساتھ ہو یا دریائے نیل کے پانی کے ساتھ ہو۔

ساتواں طعن اور اس کی تحقیق

الفادی کا ایک اور طعن یہ ہے کہ کیا رعد فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے؟ اور وہ کیسے اللہ کی تسبیح کرتا ہے؟ الفادی کے مطابق گرج اللہ کی تسبیح کیسے کر سکتی ہے؟ کیا وہ زندہ مخلوق ہے جو حرکت کرتی ہے، بولتی ہے اور اپنی زبان سے اللہ کی حمد کرتی ہے؟ جبکہ گرج بادلوں کے ٹکرانے سے پیدا ہونے والی بجلی ہے تو قرآن کیوں کہتا ہے کہ وہ گرج فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے؟ اس طعن کا تعلق درج ذیل آیت سے ہے:

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ۔ [25]

اور رعد اللہ کی حمد کرتا ہے اور فرشتے بھی اس کے ڈر سے۔ وہ بھیجتا ہے کڑک اور وہ پہنچتی ہے جسے وہ چاہتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں لفظ ویسبح الرعد کی تفسیر میں امام بیضاوی لکھتے ہیں کہ رعد تسبیح کرتا ہے یعنی اس رعد کو سننے والے تسبیح کرتے ہیں۔ [26] امام بیضاوی کے کلام سے پتہ چلتا ہے کہ رعد یعنی کڑک کو سن کر سننے والے اپنے مالک کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ عربی لغت پر تھوڑی سی مہارت رکھنے والا طالب علم بھی جانتا ہے کہ "سامعوہ" کا معنی سننے والے ہیں نہ کہ فرشتہ۔ مستشرقین بڑی بے فکری سے کلام اللہ پر اعتراض کرتے ہیں اور اپنے علم و فہم پر اتنے نازاں ہوتے ہیں کہ تحقیق کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے جیسا کہ "الفادی" نے کیا ہے۔ انکی اپنی مذہبی کتاب "بائبل" کے اندر بھی "الرعد" کا ذکر ہے۔ مثلاً:

- اس کے بعد (رعد) کی آواز آتی ہے۔ وہ اپنی جلالی آواز سے گرجتا اور جب اس کی آواز سنائی دیتی ہے تو اسے روکتا ہے۔ [27]
- بگولے میں تیرے رعد کی آواز آئی، برق نے جہاں کو روشن کر دیا، زمین لرزی اور کانپی۔ [28]

ان حوالوں میں رعد کا ذکر ہے تو مستشرقین یا الفادی اس رعد سے کیا مراد لیں گے؟ اس سوال کا جواب ان کے اس طعن کے رد کے لیے کافی ہو گا۔ علاوہ ازیں امام بیضاوی نے الرعد کی تفسیر میں ایک حدیث بھی نقل فرمائی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس یہود آئے، انہوں نے کہا کہ اے ابو القاسم ہمیں بتائیے رعد کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ ایک فرشتہ ہے جس کو بادلوں کے اوپر مقرر کیا گیا ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔ [29] اس حدیث میں یہود کی تصدیق کا بھی ذکر ہے جو الفادی پر بڑا واضح رد اور نقد ہے۔ معلوم ہوا کہ رعد کا فرشتہ ہونا حدیث سے بھی ثابت ہے جس کی تصدیق یہود نے اپنی کتاب کے مطابق کی تھی۔ لہذا یہ کلام اللہ کی خطا نہیں اور نہ ہی علم جغرافیہ کے مخالف ہے۔ قرآن نے معجزانہ

انداز میں گرج کی بات کرتے ہوئے اسے ایک زندہ متحرکہ صورت میں پیش کیا ہے اور یہ قرآن کے اظہار کا طریقہ ہے جسے الفادی نہیں جانتا۔

اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ اگر زبان نہیں تو حمد کیسے کرتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کتنے زندہ انسان ہیں جن کی زبانیں بھی سلامت ہیں وہ بول نہیں سکتے۔ یہی تو معجز بیان ہے کہ زبان نہ ہونے کے باوجود تسبیح کی جائے۔ بائبل میں بھی بے جان اشیاء کی تسبیح کا ذکر موجود ہے:

اے سورج! اے چاند! اس کی حمد کرو اے نورانی ستارو! سب اس کی حمد کرو۔[30]

کیا یہ سب زندہ مخلوق ہیں؟ کیا ان سب کی زبان ہے جس سے یہ حمد کرتے ہیں؟ اگر یہ سب اشیاء حمد کرسکتی ہیں تو "رعد" اللہ تعالیٰ کی حمد کیوں کر نہیں کر سکتا؟

سائنسی شہادت

موجودہ دور میں ڈی این اے کی دریافت نے تو اس بات کو اور آسان بنادیا ہے۔ جدید سائنس کے مطابق ڈی این اے ایک کوڈ یا تحریر ہے جو تمام تخلیقات میں پایا جاتا ہے خواہ انکا تعلق جانداروں سے ہو یا نباتات سے۔ اسی کوڈ کی وجہ سے زمین میں بے شمار اقسام کے جاندار اور پودے پائے جاتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کوڈ یا تحریری ہدایات کس نے لکھی ہیں؟ ظاہر ہے کہ خالقِ اشیاء نے ہی ان کی تخلیق سے قبل وہ کوڈ یا علامات تحریر فرمائی ہیں۔ اس تحقیق سے ثابت ہوگیا کہ ہر شے کے اندر خالق ومالک کے پہچاننے اور کلام کرنے کی صلاحیت موجود ہے لیکن ہم اس کو سمجھ نہیں سکتے۔

حاصلِ بحث

- قرآن تمام قسم کی اغلاط واخطاء سے مبرا اور پاک کتاب ہے جو تاقیامت انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینے کے لیے نازل کی گئی ہے۔
- قرآنی شواہد اور حکایات ہمہ قسم کے جغرافیائی طعن واعتراضات سے پاک ہیں۔
- مشرکین کی مانند دورِ حاضر میں مستشرقین بھی قرآن کے جغرافیائی شواہد پر مختلف قسم کے اعتراضات کرتے ہیں۔ لیکن ان اعتراضات کی کوئی ٹھوس دلیل یا عقلی وجہ موجود نہیں۔
- عبداللہ عبدالفادی نے اپنی کتاب ہل القرآن معصوم؟ میں مختلف پہلوؤں سے قرآن پر اعتراضات کیے ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ میں جغرافیائی مطاعن کو ذکر کیا گیا اور اس کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے تاکہ اہلِ اسلام اس کے جھانسہ میں نہ آسکیں۔
- عبداللہ عبدالفادی کے ذکر کردہ اعتراضات سطحی قسم اور حقیقت پر مبنی نہیں۔ تمام اعتراضات کا رد نہ صرف قرآن بلکہ بائبل اور زبور وانجیل میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ یا تو قرآن کی طرح بائبل کو بھی طعن کا نشانہ بنایا جائے یا پھر قرآن کی حقانیت کا اعتراف کیا جائے۔
- سائنسی تحقیقات بھی قرآن کے بیان اور شواہد کو ترجیح دیتے ہیں۔ الفادی نے جو اعتراضات کیے موجودہ سائنس اس کی تردید کے لیے کافی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1 سورۃ المومنون 23:81۔

2 جونپوری، عبد الرشید بن مصطفیٰ عثمانی، **مناظرہ رشیدیہ**، (کراچی: امام احمد رضا اکیڈمی، سن ندارد)، ص6۔

3 ایضاً، ص8۔

4 ایضاً، ص9۔

5 سورۃ الکہف 18:86۔

6 البیضاوی، ابوسعید عبداللہ بن عمر، **انوار التنزیل واسرار التأویل**، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، 2009ء)، 3/291

7 سورۃ الحجر 15:19۔

8 کتاب مقدس بائبل، (لاہور: بائبل سوسائٹی، سن ندارد)، زبور، کتاب چہارم، باب96، آیت10، ص584۔

9 کتاب مقدس بائبل، عہد نامہ قدیم، زبور، کتاب چہارم، باب104، آیت5، ص588۔

10 عبداللہ عبد الفادی، **هل القرآن معصوم؟**، (الکتاب الالیکترونی)، ص21۔

11 کتاب مقدس، عہد نامہ جدید، لوقا، باب نمبر10، آیت نمبر18، ص64۔

12 سورۃ الفاطر 35:01۔

13 کتاب مقدس، عہد نامہ قدیم، یسعیاہ، باب14، آیت12، ص67۔

14 سورۃ بنی اسرائیل 17:85۔

15 عبداللہ عبد الفادی، **هل القرآن معصوم؟**، ص22۔

16 سورۃ الطلاق 65:12۔

17 القرطبی، شمس الدین محمد بن احمد، **تفسیر القرطبی**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2009ء)، 18/162۔

18 سورۃ الحج 22:65۔

19 عبداللہ عبد الفادی، **هل القرآن معصوم؟**، ص22۔

20 سورۃ التوبۃ 9:37۔

21 سورۃ یونس 10:5۔

22 سورۃ البقرۃ 2:189۔

23 سورۃ یوسف 12:49۔

24 عبداللہ عبد الفادی، **هل القرآن معصوم؟**، ص23۔

25 سورۃ الرعد 13:13۔

26 البیضاوی، **تفسیر البیضاوی**، 3/173۔

27 بائبل، عہد نامہ قدیم، کتاب ایوب، باب نمبر37، آیت نمبر4، ص523۔

28 بائبل، عہد نامہ قدیم، کتاب زبور، باب نمبر770، آیت نمبر18، ص572 ۔

29 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، **سنن الترمذی**، (ریاض: دار السلام، 2015ء)، ابواب التفسیر، باب ماجاء فی تفسیر الرعد، رقم الحدیث: 3117۔

30 کتاب مقدس، زبور، باب نمبر148، آیت نمبر3، ص615 ۔